شاھد حسین رزاقی

مسلم مسیحی اتحاد کیلئے سرسید کی کوشش

سرسید احمد خاں ہندوستانی مسلمانوں کی معاشری اصلاح و ترقی کے لئے جو کوششیں کر رہے تھے ان میں بہت اہم اور ضروری لیکن نہایت مشکل مسلمانوں اور انگریزوں کے تعلقات کو بہتر بنانے کا مسئلہ تھا۔ انگریزوں نے مسلمانوں کی سلطنت چھینی تھی اور ان دونوں میں ایک دوسرے کے خلاف بغض و عداوت ہونا لازمی تھا۔ اسی عناد نے انگریزوں کے دل میں مسلمانوں کی طرف سے شکوک و شبہات پیدا کئے اور مسلمان اس قوم کی ہر چیز سے نفرت کرنے لگے جو ان کی تباہی و بربادی کا باعث بنی تھی۔ اس طرح دونوں میں ایک دوسرے کے خلاف بہت سی غلط فہمیاں بھی پیدا ہو گئیں۔ اور اس ناگوار صورتِ حال کا برا اثر مسلمانوں پر پڑا۔ سرسید اس حقیقت کو محسوس کرتے تھے کہ انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان اچھے تعلقات نہ ہونے سے مسلمانوں کو کس قدر نقصان پہونچا ہے اور اگر اب بھی مسلمانوں نے زمانہ کے تقاضوں کو محسوس نہ کیا اور اپنی اولاد کو بدلتے ہوئے حالات کا مقابلہ کرنے کے قابل نہ بنایا تو ہندوستان میں مسلمانوں کا مستقبل نہایت تاریک ہو جائے گا۔

انگریزوں کی غلط فہمیوں کا ازالہ

ایسے نازک حالات میں سرسید نے پہلی کوشش یہ کی کہ انگریزوں کے دل میں مسلمانوں کی طرف سے جو شکوک و شبہات ہیں وہ دور ہو جائیں، اور ۱۸۵۷ء کی شورش عظیم کے بعد وہ مسلمانوں سے جو خطرہ محسوس کرنے لگے ہیں اس کو غلط ثابت کیا جائے۔ انگریزوں کا یہ خیال تھا کہ مسلمان اپنے مذہب کے احکام کے بموجب عیسائیوں کے دشمن ہیں اور ان کو حقیر سمجھتے ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ مسلمانوں کے مذہب کی رو سے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا واجب ہے اور یہی سبب ہے کہ ۱۸۵۷ء کی شورش میں مسلمانوں

نے سب سے زیادہ حصہ لیا اور ان کی حکومت کو ختم کر دینے کے لئے بغاوت کی۔ سر سید نے ان خیالات کو دور کرنے کے لئے اپنی تحریروں سے یہ ثابت کیا کہ مسلمانوں کو عیسائیوں سے عداوت نہیں ہے۔ ان میں آغازِ اسلام ہی سے بہت اچھے تعلقات رہے ہیں۔ مسلمان عیسائیوں کی تحقیر نہیں کرتے بلکہ ان کو اہلِ کتاب سمجھتے اور ان کے پیغمبر کا احترام کرتے ہیں۔ جہاد کے بارے میں سر سید نے یہ واضح کیا کہ جہاد کا مطلب وہ نہیں ہے جو انگریزوں نے سمجھ لیا ہے۔ ۱۸۵۷ء کی شورش کی وجہ جہاد کا جذبہ نہ تھا بلکہ اس کے دوسرے اسباب تھے۔ اور انگریزوں کی رائے غلط فہمی پر مبنی ہے۔

غدر کے بعد مسلمانوں کی بعض ایسی تحریریں انگریزوں کے سامنے آئیں جن میں ان کو لفظ نصاریٰ سے تعبیر کیا گیا تھا۔ انگریزوں نے یہ خیال کیا کہ جس طرح یہودی حضرت عیسیٰؑ کو حقارت سے ناصری یعنی قریۂ ناصرہ کا رہنے والا کہتے تھے اسی طرح مسلمانوں نے بھی انگریزوں کو حقارت سے نصاریٰ کہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ان مسلمانوں کو سخت سزائیں دیں جنھوں نے انکو نصاریٰ لکھا تھا۔ سر سید نے یہ غلط فہمی دور کرنے کے لئے ایک رسالہ تحقیقِ لفظ نصاریٰ لکھا۔ جس میں یہ ثابت کیا کہ لفظ نصاریٰ ناصرہ سے مشتق نہیں ہے بلکہ نصر سے مشتق ہے۔ یہ خود حضرت عیسیٰؑ اور حواریوں کے قول کے مطابق ہے اور آنحضرتؐ کے زمانہ میں عیسائی خود اپنے تئیں نصاریٰ کہتے تھے۔[1]

انجیل کی تفسیر

اس رسالہ کے علاوہ سر سید نے تبئین الکلام کے نام سے انجیل کی تفسیر لکھی جس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مسلمانوں اور اہلِ کتاب کے اصولوں میں جو مطابقت ہے وہ ثابت کی جائے اور جہاں اختلاف ہے وہاں اختلاف کی وجہ بیان کی جائے تاکہ اسلام کی نسبت عیسائیوں کو جو غلط فہمیاں ہیں وہ دور ہو سکیں۔ انہوں نے یہ بات بڑی وضاحت سے لکھی کہ مسلمان بھی اہل کتاب کی طرح انبیاء کا مبعوث ہونا ضروری خیال کرتے ہیں۔ اور تمام اگلے پیغمبروں اور ان کی کتابوں پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ کتابیں آنحضرت صلعم کے زمانہ میں موجود تھیں اور ان کتابوں کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کا جو معیار

۱؎ حیاتِ جاوید ص ۱۵۹ تحقیق لفظ نصاریٰ۔ الطاف حسین حالی

عیسائیوں نے قائم کیا ہے وہی مسلمان بھی قائم کر سکتے ہیں۔ مسلمانوں اور عیسائیوں میں جو اختلاف دینی اعتبار سے پیدا ہوگیا ہے وہ تعصب اور لاعلمی کا نتیجہ ہے اور جو غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں ان کو دور کرکے یہ اختلاف ختم کیا جا سکتا ہے [1]

غدر کے اسباب

۱۸۵۷ء کی شورشِ عظیم کے بارے میں انگریزوں کی جو رائے تھی اور وہ مسلمانوں پر اس کی جو ذمہ داری ڈالتے تھے اس کی وجہ سے مسلمانوں کو شدید ترین مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا اور اب بھی وہ انگریزوں کی آتشِ انتقام سے ملفوظ نہ تھے۔ ان حالات کے پیشِ نظر سرسید نے ایک رسالہ "اسبابِ بغاوتِ ہندوستان" لکھا جو ۱۸۵۸ء میں چھپا تھا اور اسکی تقریباً تمام جلدیں پارلیمنٹ کے ممبروں کے پاس انگلستان بھیجدی گئی تھیں۔ اس میں سرسید نے یہ واضح کیا کہ یہ شورش نہ تو کسی بیرونی قوم کی سازش کا نتیجہ تھی اور نہ ہندوستانی قوموں نے انگریزوں کی حکومت ختم کرنے کے لئے سازش کی تھی۔ باغیوں نے جہاد کا جو فتویٰ شائع کیا تھا وہ جھوٹا تھا۔ مسلمانوں نے نہ تو جہاد کرنے کا فیصلہ کیا اور نہ وہ ایسا کر سکتے تھے کیونکہ وہ انگریزوں کی عملداری میں امن سے رہتے تھے۔ فوج نے بھی پہلے سے نہ تو بغاوت کے لئے منصوبہ بنایا تھا اور نہ بادشاہِ دہلی سے اس کی سازش تھی۔ اس شورش کا اصل سبب یہ تھا کہ حکومت سے کچھ سیاسی غلطیاں ہوئیں اور اس نے بعض ایسے کام نہیں کئے جن کا کرنا ضروری تھا۔ اس کے علاوہ پادریوں کے طرزِ عمل اور طریقۂ تعلیم میں تبدیلی سے رعایا میں یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی کہ ان کے مذہب میں مداخلت کرنے اور ان کو عیسائی بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ رعایا کے حالات سے حکومت کی ناواقفیت، نیلام زمینداری، بندوبست کی سختی اور اسٹامپ کی اجرائی اور رعایا کی مفلسی، حکام کی بدسلوکی اور بدانتظامی جیسے اسباب نے بے چینی پیدا کردی اور اس کا نتیجہ شورش و سرکشی کی شکل میں نکلا۔ اس طرح سرسید نے یہ واضح کردیا کہ یہ شورش مسلمانوں کے دل میں عیسائیوں سے نفرت یا جذبۂ جہاد کا نتیجہ نہ تھی بلکہ

---

[1] تبیین الکلام۔

بعض سیاسی غلطیاں اور خرابیاں اس کی ذمہ دار تھیں[۱]۔ اسباب بغاوت ہند کے علاوہ سرسید نے لائل محمڈنز آف انڈیا" کے نام سے رسائل کا ایک سلسلہ بھی شروع کیا جس میں ان مسلمانوں کے مفصل حالات شائع کئے جاتے تھے جنھوں نے حکومت کی خیر خواہی کی تھی۔ انگریزوں کو مصیبتوں سے بچایا تھا اور فتنہ و فساد کے زمانہ میں جانبازی دکھائی تھی۔ اس سے سرسید کا مقصد یہ تھا کہ انگریزوں کا یہ خیال دور ہو جائے کہ ہندوستان کے تمام مسلمان انگریزوں کے مخالف اور باغی ہیں اور حالات کے پیش نظر وہ اپنے اس طرز عمل کو مناسب اور ضروری خیال کرتے تھے۔

مسلمانوں اور انگریزوں میں موانست اور میل جول

۱۸۵۷ء کی شورش عظیم کے بعد جو حالات پیش آئے اور انگریزی حکومت نے مسلمانوں کے بارے میں جو پالیسی اختیار کی اس کے پیش نظر سرسید نے مسلمانوں کی بہتری اور آئندہ ترقی کے لئے دو باتوں کو ضروری خیال کیا۔ ایک تو یہ کہ مسلمانوں اور انگریزوں میں موانست اور میل جول پیدا ہو اور دوسرے یہ کہ مسلمان جدید تعلیم حاصل کر کے اپنی معاشرتی اور اقتصادی حالت کو بہتر بنائیں۔ سرسید کو یہ یقین تھا کہ جب تک مسلمان ان دو باتوں پر توجہ نہ کریں گے وہ ہندوستان میں عزت اور خوشحالی کی زندگی بسر کرنے کے قابل نہ ہوں گے۔ چونکہ ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ مسلمان حکمراں قوم سے نفرت کرنے اور ان سے بالکل الگ رہنے کی پالیسی ترک کر دیں اور انگریزوں سے میل جول پیدا کریں۔ ان کے اخلاق و کردار اور معاشرت میں جو اچھائیاں ہیں وہ اختیار کریں۔ اور اپنی تعلیم، معاشرت اور تہذیب کی اصلاح و ترقی پر پوری طرح توجہ کر کے ایسا معاشرتی وقار حاصل کر لیں کہ انگریز بھی ان کو مہذب اور تعلیم یافتہ قوم سمجھیں اور ان سے اچھا برتاؤ کریں۔

اس مقصد کو بخوبی حاصل کرنے کے لئے سرسید کا یہ خیال تھا کہ ہندوستان میں معاشرتی اصلاح

---

[۱] اسباب بغاوت ہندوستان ۔ سید احمد خاں ۔

کے خواہشمند لوگ اہل یورپ کی تہذیب و تمدن اور تعلیم معاشرت کا گہری نظر سے مطالعہ کریں۔ اور ان میں جو خوبیاں نظر آئیں وہ اپنے ملک کی ترقی کے لئے اختیار کرلیں۔ چنانچہ سرسیّد نے خود بھی اسی مقصد سے یورپ کا سفر کیا اور انھوں نے اس سفر کی اجازت کے لئے جو درخواست دی اس میں یہ واضح کر دیا کہ "یہ بات بخوبی میرے ذہن نشین ہے کہ ہندوستان کی فلاح اور بہبودی کو کامل ترقی دینے کے لئے اس کے سوا اور کسی امر کی ضرورت نہیں ہے کہ اہل یورپ اور ہندوستان کے درمیان ربط وضبط کو ترقی دی جائے۔ تاکہ اہل ہندوستان مغربی ملکوں کی شائستگی کے عجیب و غریب نتیجوں اور اس کی ترقی کو بچشم خود مشاہدہ کریں اور اس بات کا اندازہ کر سکیں کہ انگلستان کے لوگ کیسے دولت مند، طاقت ور اور دانا ہیں۔ اور ان مفید اور عمدہ باتوں کو ہندوستان کی بھلائی کے واسطے سیکھیں جو اس امر کے نتیجے ہیں کہ تجارت کے باب میں انگلستان کے باشندے کیسے مستعد ہیں اور کارخانوں اور کاشتکاری اور شفاخانوں اور خیرات اور اس کے شہروں کی صفائی اور اس کی دولت اور علم سے روز بروز زیادہ کام لیا جاتا ہے"[۱]

انگریزوں سے میل جول بڑھانے اور ان کی معاشری خوبیوں کو اپنانے کے علاوہ ہندوستانی مسلمانوں کو جدید مغربی تعلیم سے روشناس کرانا بھی سرسیّد کا ایک اہم مقصد تھا۔ اور اس کے لئے بھی یہ ضروری اور مفید تھا کہ وہ یورپ جاکر وہاں کے طرزِ تعلیم اور مقاصدِ تعلیم سے بخوبی واقفیت حاصل کریں اور اپنے تعلیمی اداروں کو اس کے مطابق بنائیں۔ چنانچہ سرسیّد نے انگلستان کے تعلیمی اداروں کو تفصیل سے دیکھا اور اس سے متاثر ہو کر ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے کالج یا یونیورسٹی قائم کرنے کا منصوبہ بنایا۔

خوشگوار تعلقات

مسلمانوں اور عیسائیوں میں اتحاد پیدا کرنے کے لئے سرسیّد نے مذہبی احکام اور تاریخی حالات کو پیش کر کے یہ ثابت کیا کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں گو اختلافِ مذہب ہے مگر اگلے زمانے میں باہمی

---

[۱] ۔ مسافرانِ لندن صفحہ ۴ مرتبہ اسماعیل پانی پتی

عداوت کا ہونا تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا۔ قرآن مجید میں بھی یہ ارشاد موجود ہے کہ "اے پیغمبر تو مسلمانوں کے ساتھ محبت کرنے میں ان کو سب سے زیادہ قریب پاوے گا جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں اس لئے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں۔ وہ تکبر نہیں کرتے۔" (مائدہ - ۸۵)۔ ولیم میور نے بھی اپنی کتاب میں یہ اعتراف کیا ہے کہ رسول خدا صلعم نے مسیحی قبائل سے عہد نامے کئے تھے جن میں آپ نے عیسائیوں کی حفاظت کا اور ان کو ان کے مذہب میں آزاد رہنے کا اور پادریوں کے پرانے حقوق اور اختیارات کے بحال رہنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے بنو تغلب کی نسبت جو عیسائی تھے حکم دیا کہ ان پر کسی قسم کا دباؤ نہ ڈالا جائے اور وہ اپنے مذہب کی پیروی میں بالکل آزاد رہیں۔ تغلب جزیہ ادا کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے درخواست کی کہ ان سے بھی اس طرح پر محصول لیا جائے جس طرح مسلمانوں سے لیا جاتا ہے اور حضرت عمرؓ نے ان کی درخواست منظور کر لی۔ عیسائیوں کے ساتھ مسلمانوں کا سلوک اتنا اچھا تھا کہ جب ہرقل کو شکست ہوئی اور اس کی فوج شہر حمص کے قریب آئی تو شہر والوں نے جو عیسائی تھے فصیل کے دروازے بند کر لئے اور مسلمانوں سے کہا کہ ہم تمھاری حکومت اور تمھارے انصاف کو یونانیوں کی بے انصافی اور ظلم کے مقابلہ میں بہتر جانتے ہیں۔ عیسائی ہر طرح مسلمانوں کے ساتھ معاشرت اور معاونت میں شریک رہتے تھے اور تاریخوں سے ثابت ہے کہ مسلمانوں کی لڑائیوں میں عیسائی سردار مسلمانوں کی امداد کرتے تھے اور عیسائی ان کے لشکر میں شامل ہو کر داد شجاعت دیتے تھے۔ عیسائی اپنے مسلمان ہمسایوں کے ساتھ نہایت درجہ ملاپ سے رہتے تھے۔ عیسائی عرب لباس اور آداب معاشرت میں مسلمان عربوں سے کسی بات کا فرق نہ رکھتے تھے اور عیسائیوں اور مسلمانوں میں کوئی ظاہر تمیز نہ ہو سکتی تھی۔ مسلمانوں کی تاریخ میں ایسے بادشاہوں کی مثالیں کثرت سے موجود ہیں جنھوں نے عیسائیوں کے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا۔ ان کے مذہبی رسوم اور مذہبی حقوق میں مداخلت نہیں کی اور ٹھیک اسی طرح اچھا برتاؤ کیا جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانے میں ہوتا تھا۔

حضرت عیسیٰؑ کا احترام

تاریخی اعتبار سے مسلمانوں اور عیسائیوں میں اتحاد و تعاون اور ہم آہنگی ثابت کرنے کے علاوہ سرسید نے اس بات کو واضح کیا کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں مذہبی عداوت ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ مذہب کی رو سے مسلمانوں کو عیسائیوں کے ساتھ ہر قسم کی معاشرت کی، کھانے پینے میں ہو یا شادی بیاہ میں سوائے چند خفیف باتوں کے عام طور پر اجازت ہے۔ سوائے اسلام کے دنیا میں اور کوئی مذہب نہیں جس نے حضرت عیسیٰؑ کا اور ان کی ہدایات کا ایسا ادب کیا ہو اور ایسی عزت کی ہو جیسی کہ مسلمان کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ مسلمان حضرت عیسیٰؑ کو نبی برحق اور خدا کا رسول مانتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم میں اور عیسائی مذہب میں جو کلمۃ الحق ہے وہ ایک ہی ہے اور اس میں کچھ فرق نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں یہ ارشاد ہے کہ "اے عیسائیو ایک بات پر آجاؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنے کے۔" پس مسلمانوں نے مذہب کی بنا پر جو کچھ عیسائیوں سے چاہا ہے وہ صرف یہی بات ہے کہ ہم اور تم دونوں مل کر ایک خدا کی عبادت کریں۔ خود عیسائیوں میں بھی کئی فرقے ہیں جن میں موحد بھی ہیں۔ پس مسلمانوں کے مذہب کے اعتبار سے جو اختلاف ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ خود عیسائی فرقوں میں ہے۔ مذہب کی رو سے اور اس برتاؤ سے جو اس وقت بھی مسلمان عیسائیوں سے کرتے ہیں بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں کوئی مذہبی عداوت نہیں ہے اس لئے یہ کہنا کہ مسلمان از روئے مذہب، عیسائیوں کے ساتھ مذہبی عداوت رکھتے ہیں محض غلط اور سراپا ناواجب ہے۔[1]

انگریزوں کے ساتھ کھانا پینا

مسلمانوں اور انگریزوں میں اچھے تعلقات پیدا کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ ان میں میل جول بڑھے۔ ایک دوسرے کے قریب آئیں۔ باہم دوستی کریں اور ایک دوسرے کے ساتھ کھائیں پئیں۔ لیکن اس وقت یہ حالت تھی کہ مسلمان انگریزوں سے ملنا جلنا پسند نہ کرتے تھے اور ان کے ساتھ

---

[1] آخری مضامین سرسید ص۵۳

کھانا پینا مذہب کے خلاف سمجھتے تھے۔ اس صورتِ حال کو ختم کرنے کے لئے اس بات کی ضرورت تھی کہ کچھ لوگ انگریزوں سے معاشرتی تعلقات کی ابتدا کریں، چنانچہ سرسیّد نے خود ہی اس کا آغاز کیا۔ انگریزوں سے ملنا جلنا اور ان کے ساتھ کھانا پینا شروع کیا اور اپنے دوستوں کو بھی انگریزوں کے ساتھ معاشرت و مواکلت اختیار کرنے پر آمادہ کر لیا۔ لوگوں کے لئے یہ بات اس قدر عجیب تھی کہ لوگوں نے سرسید کو "کرسٹان" کہنا شروع کر دیا۔ سرسیّد نے ایک انگریز کے ساتھ چائے پی لی تو ہر طرف چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ ایک مسلمان خانساماں نے انگریزوں کے ساتھ سرسید کو بھی کھانا کھاتے دیکھا تو مارے حیرت کے اس پر سکتے جیسی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور سیّد کے ترغیب دینے پر جب ان کے دوست محسن الملک نے انگریز کے ساتھ کھانا کھایا تو یہ خبر مشہور ہو گئی کہ وہ عیسائی ہو گئے ہیں اور لوگوں نے ان سے ملنا جلنا۔ ان کے گھر آنا۔ سقے نے پانی بھرنا اور حلال خور نے کمانا چھوڑ دیا۔ تعصب اور جہالت کی اس کیفیت میں سیّد کے لئے یہ کوئی آسان کام نہ تھا کہ وہ مسلمانوں کو عیسائیوں سے ملنے جلنے اور ان کے ساتھ کھانے پینے پر راضی کریں۔ لیکن سرسیّد اور ان کے دوستوں نے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ ان کے ہم خیال لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی اور رفتہ رفتہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے انگریزوں سے ملنا جلنا۔ ان سے ربط و ضبط بڑھانا اور ان کے ساتھ کھانا پینا شروع کر دیا۔

طعامِ اہلِ کتاب جائز ہے۔

انگریزوں سے دور رہنے کے رجحان اور تعصب و ناواقفیت کی وجہ سے ان کے ساتھ کھانے پینے کے سوال نے ایک شدید اختلافی مسئلہ کی شکل اختیار کر لی تھی اور عام خیال یہ تھا کہ عیسائی کے ساتھ کھانے پینے سے مسلمان کا مذہب جاتا رہتا ہے۔ اس غلط اور مہمل خیال کی تردید کر کے اسلامی احکام کے مطابق صحیح صورتِ حال کو پیش کرنے کے لئے سرسیّد نے "احکامِ طعامِ اہلِ کتاب" کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں انھوں نے یہ بتلایا کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے ہندوؤں کی ہزاروں رسمیں اختیار کر لی ہیں، اہلِ کتاب کے ساتھ کھانے پینے کو برا جانتے ہیں اور جو شخص اس کو مباح کہتا ہے یا اس پر عمل کرتا ہے اس کو کافر یا کرسٹان یا مسلمانوں کے گروہ سے خارج یا ایک بہت بڑے امرِ قبیح کا مرتکب

سمجھتے ہیں حالانکہ ایسا کرکے وہ خود ہی گناہ گار ہوتے ہیں۔ کیونکہ طعامِ اہلِ کتاب بشرطیکہ محرماتِ شرعیہ میں سے نہ ہو، مسلمانوں کے لئے حلال اور درست اور اس کا کھانا جائز اور مباح ہے۔ خواہ ہم اہلِ کتاب کا بھیجا اور ان کا پکایا ہوا کھانا اپنے گھر کھا دیں۔ خواہ ان کے گھر جا کر کھا دیں۔ خواہ ہم اکیلے کھا دیں خواہ ہم اور اہلِ کتاب ایک جگہ ساتھ بیٹھ کر کھا دیں۔ اور وہ کھانا از قسم لحوم طیبہ سے ہو یا اس قسم حبوب و شیرینی وغیرہ۔ طعام اہلِ کتاب اس لئے جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "آج حلال کی گئیں تمہارے لئے سب پاکیزہ چیزیں۔ اور کھانا ان لوگوں کا جن کو کتاب دی گئی ہے حلال ہے تمہارے لئے اور حلال ان کے لئے۔"

انگریز اہلِ کتاب ہیں

اس آیت اور حدیث اور فقہ کی روایتوں سے سرسیدؒ نے یہ ثابت کیا کہ مسلمانوں کے لئے طعامِ اہلِ کتاب جائز ہے۔ اور جو شئے کہ دراصل حلال ہے وہ کسی کی بھیجی ہوئی ہو اور کسی کی پکائی ہوئی ہو حرام یا ناجائز نہیں ہو سکتی۔ خود جنابِ رسولِ خدا صلعم نے یہودیوں کے ہاں کا پکا ہوا کھانا تناول فرمایا ہے اور حلال چیز کو اگر ایک جگہ بیٹھ کر مسلمان اور مشرک بھی، چہ جائیکہ اہلِ کتاب، کھا دیں تو وہ چیز حرام اور ناجائز نہیں ہو جاتی۔ رسولِ خدا صلعم نے کافروں کو بھی اپنے ساتھ بٹھا کر کھلایا ہے۔ بعض لوگ یہ کہتے تھے کہ زمانۂ حال کے انگریز اہلِ کتاب میں نہیں ہیں۔ سرسیدؒ نے قرآن پاک کے حوالوں سے یہ ثابت کیا کہ اہلِ کتاب سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ ان پہ توریت اور انجیل اتری تھی۔ یہودی اور عیسائی آج بھی ان کتابوں کو مانتے اور اپنے تئیں حضرت موسیٰؑ یا حضرت عیسیٰؑ کی اُمت میں سمجھتے اور ان کا تابع جانتے ہیں اور اپنے تئیں یہودی یا عیسائی کہتے ہیں۔ جس طرح کہ مسلمانوں کے تمام فرقے جو اپنے تئیں پیغمبرِ خدا صلعم کی امت میں سمجھتے ہیں اختلافِ اعمال وعقائد کے باوجود اہلِ قرآن میں اسی طرح تمام یہود و نصاریٰ اختلافِ اعمال وعقاید کے باوجود اہلِ کتاب ہیں۔[1]

چھری کانٹے سے کھانا

سرسیدؒ نے یہ بھی ثابت کیا کہ طعام میں گوشت بھی داخل ہے اور قرآن و حدیث کے حوالے دیکر

---

[1] ۔ احکام طعام اہلِ کتاب ۔ سید احمد خاں

بتلایا کہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے۔ خواہ وہ اپنے طریقہ پر ذبح کریں۔ اور یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اسی طرح ذبح کریں جس طرح کا حکم مسلمانوں کو ہے۔ اگر انگریز کے ہاں کا کھانا پکانے والا عیسائی یا مشرک ہو تب بھی اس کے کھانے میں کوئی شرعی رکاوٹ نہیں، کیونکہ ان میں کوئی نجاست ظاہری نہیں ہے اور مسلمان یہ کھانا اسی طرح بلا تردد کھا سکتے ہیں جیسے کہ وہ ہندو حلوائیوں کی بنائی ہوئی مٹھائیاں کھاتے ہیں۔ سر سید نے یہ بھی بتلایا کہ انگریزوں کے یہاں کے پانی اور کھانے کے برتن بھی پاک ہیں اگر وہ دھوئے ہوئے ہوں اور کوئی ظاہری نجاست نہ ہو۔ انگریزوں کے کھانا کھانے کے طریقے کو بھی سر سید نے جائز ثابت کیا۔ میز پر کھانا کھانے کو بالکل درست بتلایا اور چھری کانٹے سے کھانا نہ صرف جائز بلکہ سنت قرار دیا۔ کیونکہ حضورؐ نے گوشت کو چھری سے کاٹ کر اور اس کی نوک سے اٹھا کر تناول فرمایا تھا۔ اس طرح سر سید نے انگریزوں کے ساتھ کھانا پینا جائز ثابت کیا اور ان کے ساتھ نہ صرف کھانے پینے بلکہ ان سے معاشرتی تعلقات اور محبت و مودت و اتحاد قائم کرنا شریعت کی رو سے بالکل درست قرار دیا[1]۔

سر سید کے عہد میں معاشرہ میں جو خرابیاں تھیں ان کو دور کرنے کے لئے چند ایسی اصلاحات کرنے کی ضرورت تھی جن کے بغیر حالات کا درست ہونا ممکن نہ تھا۔ اور باہمی اتحاد و تعاون، مذہبی رواداری اور معاشرتی تعلقات کی بہتری بھی ان ضروری اصلاحات میں داخل تھیں۔ چنانچہ سر سید نے اس بات کی ممکنہ کوشش کی کہ مسلمان اپنے عقاید میں اختلافات کو نظر انداز کر کے اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے مسائل پر متحد و متفق ہو جائیں۔ ہندوستان میں رہنے والی قوموں میں اتحاد اور دوستی بڑھے اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان مختلف اسباب کی بنا پر جو تلخی اور کشیدگی پیدا ہو گئی ہے وہ دور ہو جائے اور دونوں میں میل جول بڑھے تاکہ پورے معاشرے میں اتحاد و اتفاق اور دوستی و ہم آہنگی پیدا ہو جائے۔

---

[1] احکام طعام اہل کتاب۔ سید احمد خاں